سبط الحسن ضیغم

کشف المحجوب ـــــ ایک مطالعہ

حضرت شیخ ہجویری نے متعدد کتب رقم کیں، جن کا تذکرہ انھوں نے خود اپنی غیر فانی تخلیق کشف المحجوب میں بھی کیا ہے، اور اس وقت صرف کشف کی اس شہادت کی بنیاد ہی پر یہ نام سامنے آئے ہیں، مگر اب ان میں سے کوئی بھی کتاب دستیاب نہیں ہوتی اور نہ ان کے مخطوطے ہی دنیا کی کسی لائبریری میں موجود ہیں۔ البتہ کشف الاسرار کے نام سے ایک رسالہ کئی بار شائع ہو چکا ہے جسے ان کی تصنیف بتایا جاتا ہے مگر اس کی داخلی شہادتوں سے اس عہد کے محقق جناب حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری نے اسے جناب ہجویری کی تصنیف تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

کشف المحجوب دنیائے تصوف میں ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے اور بعض اہلِ قلم کے نزدیک یہ کتاب رسائل قشیریہ کے مقابلے میں "ایک مستند محققانہ تصنیف" ہے۔

دنیائے تصوف کی یہ وہ اہم دستاویز ہے جو مدینۃ الاولیاء و العلوم لاہور میں لکھی گئی، جو لسانیاتی مطالعہ کے نقطۂ نظر سے فارسی نثر کے عہدِ ساسانیاں یعنی دورِ اول سے متعلق ہونے کی وجہ سے فارسی ادبیات میں اہم مقام کی حامل ہے۔ اور ملک الشعرا ایران محمد تقی بہار کی یہی رائے ہے۔

مشہور روسی مستشرق زوکوفسکی نے اپنی مرتبہ کشف المحجوب میں ان ماخذوں کی بڑی محنت سے نشاندہی کی ہے، جن سے اس کتاب کی تصنیف میں مدد لی گئی ہے۔ ان میں تاریخ اہلِ صفہ، مولفہ ابو عبدالرحمن سُلمی (م ۴۱۲ھ) طبقات الصوفیہ، رسالۃ القشیریہ، کتاب محبت مؤلفہ عمر بن عثمان مکی (متوفی ۹۷-۲۹۶ھ)۔ لمع فی التصوف مولفہ ابو نصر سراج، کتاب مقدسی، حکایاتِ عراقیاں وغیرہ شامل ہیں، اس کے علاوہ حضرت ہجویری نے تصانیف حسین بن منصور حلاج، رسائل ابو العباس سیاری، رسائل حکیم ترمذی، کتاب سماع، روایات مولفہ ابو الفضل ختلی، غلط الواحدین مصنفہ ابو محمد دیمی، تصحیح الارادہ مصنفہ جناب جنید بغدادی اور مراۃ الحکما وغیرہ سے بھی کشف لکھنے میں کماحقہٗ استفادہ کیا۔

آپ کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھانے والوں نے آپ کی اس کتاب سے پوری طرح مستفید ہونے

کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ خواجہ فریدالدین عطار نے اپنی تالیف تذکرۃ الاولیا مرتب کرتے ہوئے سب سے زیادہ استفادہ کشف المحجوب ہی سے کیا مگر انھوں نے اپنے اس ماخذ کا جو حوالہ دینے کی قطعی ضرورت محسوس نہیں کی، جس کی وجہ سے روسی مستشرق ژوکوفسکی کو ان الفاظ میں اس کا تذکرہ کرنا پڑا۔

شیخ عطار در تذکرۃ الاولیائے خود بدرجہ از کشف المحجوب ہجویری جلابی غزنوی استفادہ کردہ و موارد متعدد بدون ذکر ماخذ از اقتباسات کردہ است ۔[۱]

شیخ عطار نے اپنے تذکرۃ الاولیا میں کشف المحجوب ہجویری جلابی غزنوی سے کئی بار استفادہ کیا ہے اور ماخذ کا حوالہ دیئے بغیر کئی مطالب کے ان سے اقتباسات نقل کیے ہیں۔

ملک الشعرا بہار نے اس کا تذکرہ یوں ضروری سمجھا :

عطار ظاہراً از کتاب کشف المحجوب استفادہ کردہ است و غالباً عبارات آن بدون ذکر خود کتاب یا مؤلف با اندک تصرفی کہ تبدیل کہنہ بہ نو باشد نقل نمودہ است۔[۲]

عطار نے ظاہری طور پر کشف المحجوب سے استفادہ کیا ہے اور کتاب یا مؤلف کا ذکر کیے بغیر معمولی تبدیلی کے ساتھ جو پرانے کو نئے میں بدلنے کی مانند ہے، اکثر عبارتیں وہاں سے نقل کی ہیں۔

مشہور مستشرق اے جے آربری مرحوم نے تذکرۃ الاولیا کے انگریزی ترجمہ میں "تعارف" میں جو الفاظ لکھے ہیں، ان کا ترجمہ یہ ہے :

جناب ہجویری کا حوالہ دیئے بغیر کئی پیرے نقل کیے ہیں۔ جب کہ جناب ہجویری نے اسے خود فارسی میں لکھ کر نئے سرے سے لکھنے کو آسان بنا دیا تھا۔[۳]

اس کے علاوہ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں، خواجہ شرف الدین یحییٰ منیری (م ۷۸۲ھ) نے اپنے مکتوبات میں، سید اشرف جہانگیر سمنانی کے ملفوظات لطائف اشرفی مرتبہ نظام غریب یمنی، خواجہ محمد پارسا (م ۸۲۲ھ) نے اپنی تصنیف فصل الخطاب میں، خواجہ بندہ نواز گیسودراز نے اپنی تصانیف میں، شاہزادہ محمد دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیا میں، مفتی غلام سرور لاہوری نے حدیقۃ الاولیا اور خزینۃ الاصفیا میں، نائب الصدر حاج میرزا معصوم بن رحمت علی شاہ قزوینی (متوفی ۱۳۴۴ھ) نے طرائق الحقائق میں اور متعدد ایرانی دانشوروں نے نامۂ دانشوران میں جا بجا کشف المحجوب کے

---

[۱] ص ۶۰ [۲] ص ۲۶۰۔ جلد دوم۔ سبک شناسی یا تاریخ تطور نثر فارسی [۳] ص ۱۶

حوالے دیئے ہیں۔

اس قدر اہم اور عظیم تخلیق کی اشاعت میں پاک و ہند کے مقابلے میں ہند بھر میں بخل سے کام لیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دہلی، لکھنؤ اور حیدر آباد میں اسے شائع کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ چنانچہ ایل۔ ایس ڈیوگن نے اپنے مقالہ کشف المحجوب مطبوعہ جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ جلد ۹ ۱۹۴۲ میں جن فارسی مطبوعہ نسخوں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے ایک تو مطبع پنجابی لاہور میں ۱۸۷۴ء میں شائع ہوا، جب کہ بہاولپور پریس لاہور سے شائع ہونے والے فارسی متن کا انھوں نے سنِ اشاعت ۱۹۰۳ء لکھا ہے۔ اس کے علاوہ مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور سے متذکرہ بالا نسخہ ۱۹۲۳ء میں اور ایک اور ایڈیشن رفاہِ عام اسٹیم پریس لاہور سے ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ البتہ مطبع نامی کرامی حرمت منّد سلیانوف (سمرقند) سے ۱۹۱۲ء میں ایک نسخہ انتہائی اہتمام اور شوق سے شائع کیا گیا۔ لیکن اس سلسلے میں اہم ایڈیشن وہ ہے جو پروفیسر ژوکوفسکی نے مرتب کیا اور لینن گراڈ (روس) سے ۱۹۲۶ء میں شائع کیا گیا۔ یہی نسخہ ادارہ انتشارات امیر کبیر تہران سے ۱۳۳۶ھ میں فاضل محمد لوی عباسی کی تہذیب کے ساتھ شائع ہوا۔

نامی پریس لاہور سے تقریباً ۱۹۶۰ء میں شائع ہونے والا ایڈیشن ۲۸ صفحات پر مشتمل وضاحتی فہرست کے باوجود ناقص ہے۔ مگر ۱۹۶۸ء میں احمد ربانی نے جو ایڈیشن شائع کیا، وہ اشاعت و طباعت اور کتابت کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس کے ناشر احمد ربانی کے نزدیک اس ایڈیشن کو اس نسخے سے نقل کیا گیا ہے جو حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی نے ۶۶۳ھ میں کتابت کیا تھا، جیسا کہ اس کے آخری صفحہ پہ بہاءالدین ذکریا کے دستخط موجود ہیں۔

العزیز بہاولپور کے فروری ۱۹۴۵ء کے شمارے میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں کشف المحجوب کے کسی ایسے مخطوطے کا تذکرہ کیا گیا تھا جو حضرت زکریا ملتانی نے خود کتابت کیا تھا، جس سے اس گمان کو تقویت ملتی ہے کہ جناب زکریا ملتانی نے یقیناً کشف المحجوب کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہوگا، تو پھر کیا متذکرہ نسخہ وہی ہے اور اگر وہی ہے تو یہ نسخہ یقیناً انتہائی اہم اور قابل قدر ہے۔ مگر محققین اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں، چنانچہ مولوی نور محمد فریدی کی تحقیق اس سلسلے میں حسبِ ذیل ہے:

حال ہی میں جناب احمد ربانی صاحب نے محکمہ اوقاف کی اعانت سے کشف المحجوب کا ایک فارسی نسخہ طبع کرایا ہے

ان کا دعویٰ ہے کہ یہ وہی نسخہ ہے جس کی ڈھنڈیا پڑ رہی ہے۔ انھوں نے اس نسخے کے پہلے اور آخری صفحے کا عکس بھی دیا ہے مگر اسے حضرت شیخ الاسلام سے منسوب کرنے میں چند اشکال حائل ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر تاریخ ارقام ۶۶۴ھ درج ہے حالانکہ حضرت کا سنِ وصال بالاتفاق ۶۶۱ھ ہے۔ دوسرے یہ کہ دستخط کی عبارت بہار الدین زکریا پر مشتمل ہے، لیکن حضرت شیخ الاسلام کا نام صرف زکریا ہے۔ ابو محمد کنیت اور بہار الدین لقب ہے۔ کوئی شخص اپنے نام کے ساتھ اپنے قلم سے لقب نہیں لکھا کرتا، چہ جائیکہ حضرت شیخ الاسلام جیسی منکسر المزاج شخصیت اپنے نام سے پہلے بہار الدین لکھنا پسند کرتی۔ لہٰذا اس قلمی نسخے کا حضرت سے انتساب صحیح نہیں۔[۴]

جناب زکریا کی وفات بالاتفاق ۶۶۱ھ نہیں ہے۔ اس بارے میں مختلف رائیں ہیں، جیساکہ دارا شکوہ کے نزدیک آپ کی وفات ۶۶۶ھ میں ہوئی۔ گویا تاریخ کتابت کے ایک سال بعد وصال ہوا۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہیں ہوگا کہ بہار الدین اور زکریا دونوں غلط لکھے گئے ہیں، کیونکہ بہارالدین کے درمیان واؤ کی بجائے ہمزہ ہوتا ہے۔ اور جبکہ اس نسخے میں بہا اور الدین کے درمیان ہمزے کی بجائے واؤ پڑی ہوئی ہے۔ اور اسی طرح زکریا ز کی بجائے ذال سے لکھا ہوا ہے۔ ایسی فاحش غلطی کا امکان حضرت شیخ الاسلام سے ناممکن ہے۔ ۶۶۶ھ کے بارے میں حکیم محمد موسیٰ یوں رقم طراز ہیں:

> اگر ۶۶۶ھ ہی صحیح قرار دے دیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۹۵ برس سے کچھ اوپر ہوگی۔ کیا اس عمر میں وہ اتنی ضخیم کتاب کی نقل کی طرف متوجہ ہو سکتے تھے؟...[۵]

اور ہماری طرف سے ایک اور بات کا اضافہ کرلیجیے کہ اگر یہی بات ہوتی کہ متذکرہ نسخہ ۶۶۴ھ میں رقم کیا جاتا، تو مولوی محمد شفیع اس بارے میں یقیناً روشنی ڈالتے، حالانکہ یہ نسخہ ان کی لائبریری سے متعلق ہے۔ اور وہ مخطوطات کی پرکھ کے معاملے میں حافظ محمود شیرانی کے ہم پلّہ تھے۔ وہ اس نسخے سے پاک و ہند کے قارئین ہی کو آگاہ نہ کرتے بلکہ یورپ کے مستشرقین کے نوٹس میں بھی یہ بات لاتے کہ جناب زکریا ملتانی کا مکتوبہ نسخہ مل گیا ہے۔ مگر ان کی کوئی تحریر اس مخطوطے کے بارے میں موجود نہیں ہے۔

کشف المحجوب ایسی کتاب ہے جس کے مخطوطے ذاتی اور دنیا کی مشہور لائبریریوں میں بھی ہیں۔ ان میں موجود نسخوں میں ایک وہی ہے جو پروفیسر ژوکوفسکی کے سامنے رہا ہے۔ فلوگل اس کے بارے میں

---

[۴] ص ۸۶-۱۸۵- تاریخ ملتان جلد اوّل
[۵] ص ۴۶-مقدمہ-کشف المحجوب المعارف ایڈیشن اوّل

کہتے ہیں کہ اس کی کتابت نویں صدی ہجری میں ہوئی۔ یہ نسخہ وی آنا کے سرکاری کتب خانے میں موجود ہے۔ پیٹرز برگ یونیورسٹی لائبریری میں ۱۱۰۱ھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ بھی موجود ہے۔ جناب ایشیاں نقشبندی (لاہور میں مدفون ہیں) ان بزرگوں میں سے ہیں جنھوں نے لاہور میں نقشبندی فکر و نظر کی آبیاری کرنے کی کوشش کی۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا کشف المحجوب کا نسخہ کراچی میں عبدالعزیز کے پاس ہے، جس پر اُن کی مہریں بھی موجود ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں بھی ایک اہم مخطوطہ موجود ہے۔ لیکن ان سب سے اہم مخطوطہ وہ ہے۔ جو حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری نے چند سال پیشتر کابل سے خریدا۔ یہ نسخہ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے مشہور مرید اور خلیفہ عبدالغفور لاری کی تحریر معلوم ہوتا ہے۔

دارا شکوہ ان کے بارے میں سفینۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ وہ مولانا جامی کے مرید کامل اور شاگردِ رشید ہیں۔ انھوں نے تکملہ نفحات الانس اور حاشیہ شرح مُلاّ لکھیں۔ ۵ار شعبان ۹۱۲ھ کو فوت ہوئے۔ متذکرہ نسخے میں مولانا لاری کا ۱۳ اوراق پر لکھا ہوا ایک اہم مقدمہ بھی ہے۔ جسے تصوف پر ایک مستقل کتاب کا درجہ حاصل ہے۔ علاوہ ازیں کشف المحجوب میں جا بجا حواشی بھی درج ہیں۔ فنِ کتابت کے نقطۂ نظر سے یہ نسخہ انتہائی اہم ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ مولانا لاری کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے یا ان کے نسخے کی نقل ہے۔

اس مخطوطے سے ملحقہ کاغذوں پر ایسی تحریریں موجود ہیں، جو اسے دو سو سال پہلے لے جاتی ہیں۔ اندازِ تحریر، اعراب اور نقطوں کا انداز بھی تین صدی سے پیشتر والا ہے۔ جلد پر متعدد ایسی مہریں ہیں جو ابھی تک پڑھی نہیں جا سکیں، جنھیں کتب فروش نے چھپانے کی کوششیں کی ہیں، جس سے وہ شاید حقِ ملکیت کو مٹانا چاہتا تھا۔ کاغذ اور سیاہی کی قدامت بھی ہمیں تین چار صدیاں پہلے لے جاتی ہیں۔ دنیا کی کسی بھی لائبریری میں مولانا لاری کے اس نسخے کی اصل یا نقل موجود نہیں ہے۔ گویا یہ دنیا میں پہلا اور واحد نسخہ ہے۔ اگر تکملہ نفحات الانس اور حاشیہ شرح ملا یا ان کی کسی تحریر کا کوئی ایسا عکس مل جائے جس سے اس نسخے کا تقابل کیا جا سکے تو اس بارے میں بہت سے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ ہمیں یوں ہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ مولانا لاری کے اپنے ہاتھ ہی کی تحریر ہے۔ بہر حال ابھی تک اس سے زیادہ حتمی بات کرنا مشکل ہے کہ اس نسخے کی کتابت تین ساڑھے تین سو سال سے بہر حال پیشتر ہوئی ہے اور محقق حضرات کے لیے اس بارے میں ایک دعوتِ تحقیق و جستجو موجود ہے۔

کشف المحجوب کا انگریزی میں صرف ایک ترجمہ موجود ہے، جو فاضل پروفیسر نکلسن نے کیا۔ وہ پہلی بار ۱۹۱۱ء میں گب میموریل لندن سے شائع ہوا۔ اس کے بعد ۱۹۳۶ء، ۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۷ء میں بھی یہی ترجمہ شائع ہوتا رہا ہے اور مقامِ مسرت ہے کہ اب لاہور میں تصوف پر کتب شائع کرنے والے اشاعتی ادارے المعارف نے اسے جناب ہجویری کے گزشتہ عرس پر شائع کر دیا ہے، جس میں مشہور نومسلم صوفی اور ذوقی شاہ مرحوم کے خلیفہ شہید اللہ مرحوم کا مبسوط دیباچہ بھی شامل ہے۔ پاکستان کی سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جانے والی زبان پنجابی میں اس کا ترجمہ فارسی اور پنجابی کے مشہور استاد فاضل شریف کنجاہی نے کیا ہے جو تا حال زیورِ اشاعت سے آراستہ نہیں ہوا، مگر اردو میں اس کے بیس کے قریب تراجم ہیں جو تمام کے تمام لاہور ہی سے شائع ہوتے ہیں۔ مدینۃ العلوم والاولیا لاہور میں مدفون اس عظیم صاحبِ قلم کی غیر فانی تخلیق کے اردو تراجم کو بھی دہلی، لکھنؤ اور حیدر آباد کے اشاعتی اداروں نے شائع نہیں کیا۔ بہر حال اس کے معروف اردو ایڈیشن حسبِ ذیل ہیں:

مولوی فیروز ڈسکوی نے بھی اس کا ترجمہ کیا اور یہ بات عرفِ عام ہے کہ مولوی فیروز الدین کے نام سے شائع ہونے والا ترجمہ مولوی فیروز ڈسکوی ہی کا ہے ـــــ ترجمہ شمس الھندی ایزدی۔ شائق کے نام سے بھی لکھتے تھے۔ غالباً شرقی بن شائق کے بزرگوں میں سے تھے۔ ان کا ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے ـــــ مولوی محمد حسین مناظر کا ترجمہ شیخ الٰہی بخش جلال الدین نے شائع کیا۔ یہ بزرگ ضلع گوجرانوالہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پنجابی نما اردو میں اچھا ترجمہ ہے۔

ظہیر احمد ظہیری بدایونی کا ترجمہ ظہیر المطلوب ترجمہ کشف المحجوب حاجی چراغ الدین سراج الدین کشمیری بازار نے شائع کیا۔

مولوی غلام معین الدین نعیمی مراد آبادی کا ترجمہ کشف المحجوب نوری کتب خانہ لاہور اور مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے شائع کیا۔

پروفیسر عبد المجید یزدانی کا ترجمہ گنج مطلوب کے نام سے ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور نے ۱۹۶۸ء میں شائع کیا جو نسخہ ژوکوفسکی، کا ترجمہ ہے اور بہتر انداز میں ہے۔

شیخ غلام علی اینڈ سنز نے دو ترجمے شائع کیے۔ جن میں سے ایک نشتر جالندھری نے کیا۔

ایف ڈی گوہر نے احمد ربانی والے نسخے کا ترجمہ کیا جو احمد ربانی نے شائع کیا۔ المعارف نے مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری کا ترجمہ شائع کیا جس میں حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری کا جامع اور مبسوط مقدمہ بھی شامل ہے۔ ترجمہ کے لحاظ سے مولوی فیروز الدین، پروفیسر عبد المجید یزدانی، ایف ڈی گوہر اور مولانا ابو الحسنات والے تراجم بہتر ہیں، جبکہ مقدمہ اور دیباچہ کے لحاظ سے پروفیسر یزدانی والا ایڈیشن اور المعارف والا ایڈیشن بہتر ہیں۔